ڈاکٹر ظہور الدین احمد

تعلیماتِ ہجویری اور ہمارا عمل

ہم اولیاء اللہ کے یوم وفات پر عرس مناتے ہیں۔ جلسے کرتے ہیں۔ مجالسِ وعظ منعقد کرتے ہیں۔ مشاعروں کی بزمیں بھی جمتی ہیں۔ قوالیوں کا بھی اہتمام ہوتا ہے۔ اس تمام اہتمام و انصرام سے ہمارا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ اپنے بزرگوں کو یاد رکھیں۔ ان کی علمی و اسلامی خدمات کو ذہنوں میں تازہ کریں اور عوام و خواص میں ان بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کا جذبہ پیدا ہو۔

حضرت علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ وہ بزرگ ہیں جنھوں نے اپنا وطن ترک کر کے کفر و ظلمت کی اجنبی زمین میں آکر قیام کیا۔ قیام و طعام کی صعوبتوں سے دوچار ہوئے۔ مسجد کی بنیاد رکھی۔ درس و تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا۔ اپنے جذب و خلوص اور نورِ باطن سے کفار و مشرکین کو اپنی طرف مائل کیا اور ان کے دلوں کو نورِ اسلام سے منور کیا۔ اور آہستہ آہستہ یہ خطہ خدا کے نور سے جگمگا اٹھا۔ اس عالمِ دین، مبلغ اسلام اور مجاہدِ عظیم کا اس بستی پر بہت بڑا احسان ہے۔ اہلِ لاہور تو خاص طور پر ان کے سپاس گزار ہیں۔ ان پر فرض ہے کہ حضرت نے جس مشعل کو روشن کیا تھا اسے ہمیشہ کے لیے فروزاں رکھیں۔ ان کی یاد تازہ کرنے اور ان کے اعمالِ صالحہ کی تحسین و تعظیم کا بہترین طریق کار یہ ہے کہ ان کے فرمودات و ارشادات پر عمل کیا جائے تاکہ صحیح معنوں میں ان کی کوششوں کو زندہ رکھا جائے۔ ہم ذیل میں ان کے چند افکار و عقائد درج کرتے ہیں اور پھر جائزہ لیتے ہیں کہ ہم کہاں تک ان کی تعلیمات پر عمل پیرا ہیں۔

(۱)

سوال کرنے، بھیک مانگنے اور کسی کے سامنے دستِ طلب دراز کرنے کے متعلق ان کا نظریہ ہے:

" از زنان و اصحاب اسواق سوال نکنی و راز خود بآن نگوئی کہ بر حلال مال وی موثق نہ باشی۔ خدا می را دام گدائی خود نسازی۔ از خود پارسائی پیدا نکنی تا از راہ پارسائی تو ترا بیش دہند "[۱]

---

[۱] کشف المحجوب۔ ص ۴۰۶۔ مولوی شفیع ایڈیشن

عورتوں اور بازاری لوگوں سے مت مانگو۔ اپنا راز ایسے شخص سے مت کہو جس کی حلال کمائی پر تمھیں یقین نہ ہو۔ خدا کو گداگری کے لیے دام نہ بناؤ۔ اپنے آپ کو اس طرح پارسا ظاہر نہ کرو کہ تمھاری پارسائی دیکھ کر لوگ تمھیں زیادہ دیں۔

پاکستان بھر میں بزرگوں کی خانقاہوں اور مزاروں کا تو ذکر چھوڑیے۔ خود حضرت ہجویری کے مزار کے اندر اور باہر ان کے اس ارشاد پر کس طرح عمل ہو رہا ہے کسی سے مخفی نہیں۔ سراسر ہمارا عمل ان کی اس تعلیم کے خلاف ہے۔ مزار کے آس پاس گداگر قطار اندر قطار ملیں گے۔ ہر آنے جانے والے کے سامنے کاسۂ گدائی پیش کریں گے۔ عورتوں سے تو ضرور مانگیں گے کیونکہ ان کے دل نرم ہوتے ہیں۔ سینکڑوں آدمی چادروں میں منہ لپیٹے ہوئے نظر آئیں گے۔ گویا وہ درویش اور عبادت گزار ہیں اور اس دربار میں آئے ہیں۔ کچھ کام نہیں کرنا چاہتے۔ فقیر درویش بن کر مفت روٹی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں اس روش پر غور کرنا چاہیے۔ ہم خود حضرت کی تعلیم کی مخالفت کر رہے ہیں۔ وہ تو یہاں تک تاکید کریں کہ اپنی غربت و احتیاج کا حال صرف اس شخص کو بتاؤ جس کے کسب حلال پر تمھیں اعتماد ہو لیکن اس کے برعکس ہمارے ہاں گداگری عام ہے۔ حلال و حرام کی بالکل تمیز نہیں۔ اوقاف کے منتظمین کو اس مسئلے کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ ہم لاکھوں روپے عرس کی تقریبات پر صرف کر دیتے ہیں۔ اگر یہی رقوم گداگری کے انسداد کے لیے صرف کریں تو قوموں کا محاسبہ کرنے والے لوگ ہمارے اعمال دیکھ کر ہماری ہنسی نہ اڑائیں۔ یہ گداگری ہمارے قومی کردار پر بدنما داغ ہے۔

(۲)

سماع یا قوالی کے متعلق حضرت ہجویری کا نظریہ حسب ذیل ہے:

ظاہر سماع فتنہ است و باطنش عبرت۔ آنکہ اہلِ اشارت است مر او را استماع عبرت حلال باشد و الا آن دیگر را طلب فتنہ است۔

سماع کے ضمن میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کیا ہے:

"دست از چیزے بداریم کہ ازان گریز است از انچہ بمالا یعنی مشغول شدن تضییع وقت است و وقت دوستانِ عزیز ضائع نباید کرد"[۵۲]

۵۲ کشف المحجوب۔ ص ۴۶۰، ۴۷۰

سماع کا ظاہر فتنہ ہے اور اس کا باطن عبرت ہے۔ جو شخص اس کا اشارہ یا مفہوم سمجھتا ہے، اسے عبرت کا سماع حلال ہے وگرنہ دوسری صورت میں فتنہ کو دعوت دینا ہے۔ ہمیں ایسی چیزوں سے احتراز کرنا چاہیے جن سے بچنا ضروری ہے کیونکہ بے معنی کاموں میں مشغول ہونا تضییعِ اوقات ہے۔ اور عزیز دوستوں کا وقت بھی ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

بزرگوں کی قبروں پر بالخصوص جمعرات کی رات سماع کی محفلیں ہوتی ہیں۔ یعنی عرفِ عام میں قوالیاں منعقد ہوتی ہیں۔ ساری ساری رات لطفِ سخن اور لطفِ لحن کے لیے لوگ بیٹھے رہتے ہیں۔ قوالوں پر ہزاروں روپے صرف ہوتے ہیں اور سامعین کے لیے چائے پانی کا اہتمام بھی ہوتا ہے۔ کیا یہ سارا انصرام و اہتمام عبرت حاصل کرنے کے لیے ہوتا ہے اور کیا بقول نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کا وقت ضائع نہیں ہوتا؟ قوالیوں میں تو تب بھی نعتیں، غزلیں اور متصوفانہ نظمیں پڑھی جاتی ہیں۔ ممکن ہے بعض اہلِ دل کے لیے سرود و کیف کا سامان مہیا ہوتا ہو۔ لیکن جن مقدس مزارات پر رقص و سرود کی محفلیں ہوتی ہیں اس کا کیا جواز ہے۔ وہ تو سماع کے دستور و آئین کے مطابق نہیں ہوتیں۔ ظاہر ہے کہ ہم حضرت ہجویریؒ کے فرمودات پر عمل پیرا نہیں۔ ہمیں اس رواج و روش کی تصحیح کے لیے بھی توجہ دینی چاہیے۔

(۳)

شعر خوانی، شعر گوئی اور مشاعرے کے متعلق حضرت ہجویری کے نظریات یہ ہیں:

"گروہی جملہ آن را حلال دارند و روز و شب، غزل و صفت روی و زلف جانان شنوند و اندرین معنی ہر یک دیگر حجج آرند۔

ہر چہ شنیدن آن حرام است چون عیب و بہتان و فواحش و ذم کسی و کلمۂ کفر بنثر و نظم ہم حرام باشد۔ جمالی کہ محل آفت بود حرام و محظور ست۔ شنیدن آن نیز بنظم و نثر حرام و محظور بود و شنیدن صفت آن بران وجہ نیز حرام بود"[۱۵]

بعض لوگ شعر گوئی کو حلال سمجھتے ہیں ۔۔۔ دن رات غزلیں کہتے ہیں اور محبوب کے رخسار و گیسو کی تعریفیں سنتے ہیں اور اس کے جواز میں ایک دوسرے کے مقابل دلائل پیش کرتے ہیں۔

جس طرح کہ عیب، بہتان، ہجو و مذمت، کفر اور فواحش کا سننا حرام ہے اسی طرح ان چیزوں کا نثر و نظم میں

---

۱۵ کشف المحجوب ۔ ص ۵۱

لکھنا بھی حرام ہے۔

حسن جو فتنوں کی آماج گاہ ہے حرام و ممنوع ہے۔ نثر و نظم میں اس کے متعلق سننا حرام و ممنوع ہے۔ اسی لیے اس کی تعریف سننا بھی حرام ہے۔

ان نظریات کی رُو سے ہجو و ذم کے اشعار تو اخلاقی و تہذیبی نقطۂ نظر سے بھی معیوب سمجھے جاتے ہیں۔ ان کا لکھنا پڑھنا اور شائع کرنا بُرا سمجھا جاتا ہے۔ اکثر ان کا سننا سنانا نجی محفلوں تک محدود رہتا ہے لیکن آپ ان غزلوں اور نظموں کے متعلق کیا کہیں گے جو بہو بیٹیوں کے جمال و جلال کے متعلق "ارشاد فرمائی" جاتی ہیں۔ نثر و نظم میں اس قسم کے خیالات و جذبات کا اظہار کرنے والوں میں خود "مرکزِ جمال" بیٹیاں بھی شامل ہیں۔ وہ بھی ہم جنسوں کی صفاتِ عالیہ بیان کرنے میں مردوں سے پیچھے نہیں۔ ہمارے ملک میں ان مشاعروں کا عام رواج ہے۔ آئے دن ایسی شعری محفلیں منعقد ہوتی رہتی ہیں۔ اولیاء اللہ کے سالانہ عرسوں پر بھی اس قسم کی بزم آرائیاں ہوتی ہیں۔ ہمارے اخبار و رسائل اور کتابیں اس قسم کے اشعار سے مالا مال ہیں۔ قوم کی قوم، زن و مرد، برنا و پیر مشاعروں کے والا و شیدا ہیں۔ کیا ہم واقعی حضرت ہجویری کی تعلیمات کو نظر انداز نہیں کر رہے؟ ہمیں ان شعر خوانی کی محفلوں سے متعلق نظر ثانی کرنی چاہیے اور لایعنی ذہنی کاوش اور وقت عزیز کے ضیاع سے بچنا چاہیے۔

(۴)

دوسروں سے استمداد و استعانت ایک بڑا نازک دینی مسئلہ ہے۔ اس میں ایمان غارت ہونے کا بھی اندیشہ ہے اور شرک جیسے جرمِ عظیم کا مرتکب بھی ہونا پڑتا ہے۔ یہ ہمارا عام مشاہدہ ہے کہ ہمارے عوام جہلا اور بعض جذباتیت پسند صوفی و علما، اولیاء اللہ سے استعانت جائز سمجھتے ہیں اور بزرگوں کے مقابر پر جا کر ان کا نام لے کر پکارتے ہیں اور اپنی مرادیں مانگتے ہیں۔ اکثر لوگوں کو اپنی ثروت و خوشحالی پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے سنا ہے کہ یہ سب داتا صاحب کا فیض ہے۔ لوگ قبر کی جالی سے لپٹ کر دعائیں مانگتے ہیں۔ اپنی حاجت برآری پر منتیں مانتے ہیں اور چڑھاوے چڑھاتے ہیں۔ زندوں سے استعانت تو سمجھ میں آتی ہے کیا مُردوں سے استعانت صحیح ہے؟ حضرت ہجویری نے اس موضوع پر گفتگو کی ہے اور اپنی رائے کا یوں اظہار کیا ہے:

من از خداوند تعالیٰ توفیق و استعانت خواہم۔ مراد آن بود کہ بندہ را ناصر بجز خداوند نباشد کہ وی بر

خیرات نصرت کند و توفیق زیادت دہدش و حقیقت توفیق موافقت تائید خداوند بود با فعل بندہ۔ [۴۲]

میں خداوند تعالیٰ سے توفیق اور مدد مانگتا ہوں۔ اس سے مقصد یہ ہے کہ بندہ کے لیے خدا کے سوا کوئی مددگار نہیں جو اچھے کاموں کے لیے اس کی مدد کرے اور زیادہ کرنے کی اسے توفیق عطا کرے اور بندے کے افعال پر ہی خدا کی تائید شامل ہوتی ہے اور کام کرنے کی توفیق ملتی ہے۔

اس بیان سے واضح ہے کہ خدا کے سوا کسی اور سے مدد چاہنا جائز نہیں۔ پھر وہ بھی مُردوں سے مدد چاہنا تو بالکل حکم خداوندی کے نقیض ہے۔ خداوند تعالیٰ نے ایک مسئلہ کی توضیح کرتے ہوئے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

وانک لا تسمع الموتی۔ آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے۔

دوسری جگہ فرمایا:

وما انت بمسمع من فی القبور۔ جو قبروں میں ہیں آپ ان کو سنانے والے نہیں۔

اس صریح حکم کے ہوتے ہوئے ان بزرگوں کی قبروں پر جا کر ان سے مدد چاہنا کہاں تک جائز ہو سکتا ہے جبکہ وہ اپنی زندگی میں مدد کے لیے خود خدا کے محتاج تھے اور خدا کے سوا کسی دوسرے سے استعانت نہیں کرتے تھے۔ توحید خداوندی پر ایمان رکھنے والے شخص کی کس قدر توہین ہے کہ وہ رب العالمین کے سامنے جھکنے کے بجائے اس شخص کے سامنے جھکتا ہے جو قبر میں ہے۔ ہر نماز میں ایاک نعبد وایاک نستعین کہنے والے عملاً اس کے الٹ کرتے ہیں۔ حضرت ہجویری کی تعلیمات کے پیشِ نظر ضروری ہے کہ ہم آہستہ آہستہ عوام کو اس صحیح عقیدے کی طرف متوجہ کریں اور فرمودات خداوندی کے مطابق عمل کریں۔

(۵)

قبروں کی تزئین و آرائش کرنے، سونے کے دروازے لگانے، عمدہ سے عمدہ چادر چڑھانے کی رسوم کے متعلق یقیناً ہمارا یہ عمل حضرت ہجویری کی تعلیمات کے منافی ہے۔ اگرچہ کشف المحجوب میں صریح بیانات موجود نہیں تاہم یہ عمل حضرت ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات سے مطابقت نہیں رکھتا۔

---

[۴۲] کشف المحجوب۔ ص ۶

مزار کی برکات وفتوحات وسیع ہیں۔ منتظمینِ اوقاف نے ہسپتال اور دار المطالعہ جیسے ادارے قائم کرکے بہبودِ عوام کے بہت اچھے کام کی بنیاد رکھی ہے۔ آمدن کے ان وسائل سے فلاح عامہ کے اور ادارے بھی قائم ہو سکتے ہیں۔ محتاجین اور معذوریں کے لیے دار المساکین کی اہم ضرورت ہے تاکہ بے سہارا لوگوں کی دیکھ بھال مناسب اور باعزت طریق سے کی جاسکے اور قرآنی احکام کی تعمیل ہو سکے۔ اس ادارے کی تاسیس سے یقیناً مفت خوروں اور پیشہ ور گداگروں کا انسداد بھی ہو سکے گا۔

اساسیاتِ اسلام : مولانا محمد حنیف ندوی

اسلام کے بنیادی تصورات کیا ہیں اور کس حد تک ان سے فرد و معاشرہ کے تقاضے پورے ہوتے ہیں، موجودہ دور کے غلط علمی رجحانات نے کن غلط فہمیوں کو جنم دیا ہے اور اسلام کے نقطۂ نظر سے ان کا کیا جواب ہے؟ اسلام علوم و فنون کے ارتقا کو کس نگاہ سے دیکھتا ہے اور عقیدہ و عمل کے وہ کون سے خطوط ہیں جو انسانیت کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہو سکتے ہیں؟

اساسیاتِ اسلام میں ان سوالات سے متعلق بڑے یقین پرور اور پُر اثر اسلوب میں بحث کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ اسلام میں ان تمام مشکلات کا تسلی بخش حل پایا جاتا ہے، جن سے کہ آج نوعِ انسانی دوچار ہے۔

صفحات ۱۶+۳۸۴ قیمت -/۱۵ روپے

مجمع البحرین : (شیعہ سنی متفق علیہ احادیث) : مولانا محمد جعفر شاہ پھلواروی

یہ کتاب وحدتِ امت کی طرف ایک اہم قدم ہے۔ اس میں وہ احادیث و روایات جمع کی گئی ہیں جو شیعہ اور اہل سنت کے درمیان متفق علیہ حیثیت رکھتی ہیں۔ شروع میں علامہ مفتی جعفر حسین کا تعارف و تبصرہ اور علامہ نصیر الاجتہادی کی تقریظ ہے۔

صفحات : ۲۸+۲۲۲ قیمت - ۹ روپے

ملنے کا پتا : ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور